# صدرِ پاکستان کے نام!

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم *

اس بات کا سب کو علم ہے کہ ''پاکستان پیپلز پارٹی'' کے بانی و سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ یہ وہ کارنامہ ہے جس کو ۱۹۵۳ء کی ملک گیر تحریکِ ختم نبوت کے باوجود خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نہ کر سکے۔ اس تحریک کی قیادت حضرت مولانا ابوالحسنات ؒ نے فرمائی۔ ہزاروں علماء و مشائخ اور رضا کار قید و بند کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہ وہ تحریک تھی جس کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے جنرل اعظم کے حوالہ کیا گیا۔ یہ وہ تحریک تھی جس میں دس ہزار رضا کاروں کو شہید کر کے ان کی لاشوں کو جلایا گیا اور دریائے راوی پھینکا گیا۔ یہ وہ تحریک تھی جس میں وزیر خاں کی مسجد میں تین رضا کاروں کو اذان کے دوران شہید کیا گیا۔ یہ وہ تحریک تھی جس کے نتیجے میں احرار کی جماعت کو ملک میں اشتعال انگیزی اور قتل و غارت کا ذمہ دار ٹھہرا کر جسٹس منیر کی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا لیکن دلائل نے ثابت کر دیا کہ اس کا سبب قادیانیوں کی اشتعال انگیز تقاریر اور سر ظفر اللہ کا اشتعال انگیز رویہ تھا، تحقیق کے بعد احرار لیڈروں کو باعزت بری کیا گیا۔ یہ وہ تحریک تھی جس میں تین مطالبے کیے گئے تھے:

۱۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ سر ظفر اللہ کو وزارتِ خارجہ سے ہٹایا جائے۔

۳۔ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔

لیکن اس موقع پر اتنے نقصان کے باوجود خواجہ ناظم الدین یہ جرأت نہ کر سکے۔ مسلم لیگ شروع سے قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتی ہے اور اپنی سیٹ پر قادیانیوں کو ٹکٹ دیتی رہی ہے۔

۱۹۷۴ء میں نشتر میڈیکل کالج کے مسلمان طلباء سیر پر تھے۔ ربوہ (چناب نگر) اسٹیشن پر اترے تو قادیانی غنڈوں نے تشدد کر کے ان کی پٹائی کر دی۔ جس کے نتیجے میں کالج کے مسلمان طلباء نے قادیانیوں کے خلاف تحریک آغاز کی۔ تمام کالجوں کے طلباء سراپا احتجاج ہو گئے۔ قادیانیوں کی اشتعال انگیزی اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں تحریک چل نکلی تو علماء کرام نے اس کی سرپرستی کرتے ہوئے تحریک کو ایوانِ بالا تک پہنچا دیا۔ اُس وقت تحریک کی قیادت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ

* شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

فرما رہے تھے۔ اور اسمبلی کے اندر مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اراکین پارلیمنٹ کو اس قادیانی فتنہ سے آگاہ کر رہے تھے۔ اُس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم تھے۔ تحریک کے نتیجے میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ دوبارہ زور پکڑ گیا۔ علماء شہر شہر جا کر عوام کو قادیانیوں کے فتنے سے آگاہ کر رہے تھے۔ تحریک کے اثرات جب پارلیمنٹ میں پہنچے تو اسمبلی میں اس موضوع پر بحث شروع ہوئی اس موقع پر مرزا ناصر نے درخواست دی کہ ہمیں صفائی کا موقع دیا جائے چنانچہ اس کو صفائی کا موقع دیا گیا اور اسمبلی میں ان کو بلایا گیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ایک شخص مشبّہ شکل میں سر پر دستار منہ پر ڈاڑھی اور اسلامی لباس زیب تن کیے ہوئے اسمبلی میں آیا اس کے ہاتھ میں مختلف جماعتوں کے فتاویٰ تھے جن میں ایک دوسرے کو کافر کہا گیا تھا۔ مثلاً دیوبندی بریلویوں کو کافر کہتے ہیں، بریلوی دیوبندی کو کافر کہتے ہیں۔ اُس نے اُن فتاویٰ کی نقول تمام اسمبلی والوں کے ہاتھوں میں دے دی۔ اور کہا کہ تکفیر مولوی کا مشغلہ ہے بتاؤ ان فتاویٰ کی رو سے کون مسلمان ہے کون کافر؟ اس طرح کے فتوے تو سب کے خلاف ہیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق اس مسئلہ کو سولہ یا سترہ ارکان پارلیمنٹ مذہبی طور پر جانتے تھے کہ قادیانی کافر ہیں۔ اور ذوالفقار علی بھٹو سمیت باقی سب کا یہی ذہن تھا کہ مولوی کا مشغلہ ہے اور اس کی رو سے کوئی بھی مسلمان نہیں۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق یہ وقت مجھ پر مشکل تھا کہ ان کو میں کیسے سمجھاؤں تو اللہ پاک نے میری مدد فرمائی۔ میں نے بخاری شریف پڑھائی ہوئی تھی جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **کفر دون کفر** کا باب باندھا ہے۔ جس کا مطلب ہے کفر کی مختلف اقسام ہیں، کوئی حقیقی کفر ہوتا ہے کوئی شبہی یعنی کفر کے مشابہ ہوتا ہے۔ کوئی کفر واقعی ہوتا ہے اور کوئی کفر قانونی ہوتا ہے۔ تو میں نے ساری اسمبلی کو خطاب کر کے کہا کہ یہ جو فتاویٰ پیش کیے گئے ہیں یہ واقعاتی ہیں قانونی نہیں۔ اور ان کے خلاف جو فتویٰ ہے وہ قانونی ہے۔ مثلاً دیوبندی بریلوی کے نزدیک قانون مشترک ہے کہ مشرک بخشا نہیں جائے گا۔ قانون میں اختلاف نہیں واقعے میں اختلاف ہے۔ دیوبندی کہتے ہیں تم قبروں کو سجدہ کر کے شرک کرتے ہو اس لیے تم کافر ہو۔ دیوبندی بریلوی کا قانون ایک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ادب بخشا نہیں جائے گا۔ قانون میں اختلاف نہیں۔ بریلوی کہتے ہیں دیوبندی بے ادبی کرتے ہیں لہٰذا کافر ہیں جب کہ دیوبندی اس سے اظہار برأت کرتے ہیں۔ یہ واقعہ کا اختلاف ہے قانون کا نہیں۔ قادیانیوں کے ساتھ ہمارا قانون کا اختلاف ہے۔ قانون ہے کہ جو سچے نبی کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اور قانون ہے جو جھوٹے نبی کو نبی مانے وہ کافر ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ غلام احمد قادیانی سچا نبی تھا یا جھوٹا؟ اس نے بھری اسمبلی میں صاف کہہ دیا کہ سچا نبی تھا۔ اگر ان کو مسلمان مانتے ہو تو اپنے کافر ہونے کا بل پاس کر لو۔ تمام اسمبلی والوں کو مسئلہ سمجھ آ گیا کہ یہ تو مرزا کو سچا نبی کہتا ہے اس کے نہ ماننے

والے ہم سب کافر ہوگئے تو اس وقت اسمبلی والوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو کہا کہ مذہب کا معاملہ ہے اس پر غور کرو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ جناب بھٹو نہ تو بزدل تھے کہ دباؤ میں آجاتے ۔ جیسا کہ قادیانیوں کے بعض وظیفہ خور صحافی کہتے ہیں کہ مولویوں کے دباؤ سے فیصلہ کیا تھا اور نہ بے سمجھ تھے کہ کسی کے دھوکے میں آجاتے۔ بہترین پارلیمنٹری دماغ رکھتے تھے۔ مذاکرات میں کبھی مات نہ کھاتے تھے تاکہ یہ کہا جائے کہ ان کو مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ چنانچہ انھوں علی وجہ البصیرت ان قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے اور ساتھ ہی کہا کہ قادیانی پاکستان میں وہ مقام حاصل کرنا چاہتے جو یہودیوں نے امریکہ میں غصب کر رکھا ہے۔ان کے متعلق جو صحافی کہے کہ انھوں نے دباؤ میں آکر فیصلہ کیا یا بے سوچے سمجھے فیصلہ تھا تو وہ جناب بھٹو کی توہین کرتا ہے۔ایسے مضامین پر پابندی لگائی جائے۔

اب موجودہ حکومت کے لیے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو پابند بنائے کہ تم اپنے آپ کو اقلیت تسلیم کرلو اور مسلمانوں کی اصطلاحات کو استعمال نہ کرو۔ اور انھیں کلیدی آسامیوں سے فارغ کر کے اقلیتوں کے مسلّمہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق حقوق دیے جائیں۔ یہ مسلمانوں کی تمام اہم پوسٹوں پر قابض بھی ہیں اور اپنے آپ کو مظلوم بھی ظاہر کرتے ہیں۔ دیگر اقلیتیں بھی ملک میں بستی ہیں۔اپنے مذہب کے مطابق رسوم ادا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی اقلیت بن کر رہیں۔

مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی اور دیگر سیاسی جماعتوں کو آئندہ مسلمانوں کی سیٹ پر ان کو ٹکٹ دے کر اسمبلی پہنچانے کی کوشش نہ کرنی چاہیے اور نہ مخلوط انتخابات کے ذریعے سے ان کو اسمبلیوں میں جانے کا موقع فراہم کیا جائے تاکہ یہ وزیر اعظم کی پوسٹ پر قابض نہ ہوسکیں بلکہ ان کی مخصوص نشستوں کے مطابق ان کو انتخابات میں شرکت کی اجازت دی جائے۔

والسلام

(مطبوعہ ماہنامہ ''الخیر'' محرم الحرام ۱۴۳۲ھ)